اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ (الاحزاب: 42-41)

وقال الله تعالٰى فى مقام اخر

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

(الاحزاب: 35)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ذکر کرنے والا زندہ کی مانند ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:41)

”اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو۔“

مچھلی کے لیے جسمانی زندگی پانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ مچھلی پانی میں رہے تو زندہ رہتی ہے۔ اگر اسے پانی سے باہر نکال دو تو تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ اسی طرح مومن کی روحانی زندگی اللہ کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک ذکر کرتا رہے گا وہ روحانی طور پر زندہ رہے گا اور جب وہ غافل ہو جائے گا، اس کو روحانی طور پر موت آجائے گی۔ اس پر دلیل ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کا فرمان ہے۔ فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ كَمَثَلِ الْحَيِّ وَ الْمَيِّتِ

”مثال اس شخص کی جو ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی مانند ہے۔“

ذکر کے معانی:

ذکر کا لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے:۔

☆ایک معنی، اللہ کا قرآن۔ جیسے فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:9)

”ہم نے ہی اس نصیحت نامے کو نازل کیا اور اس کی حفاظت کے ہم ہی ذمہ دار ہیں۔“

☆ قیامت کے لیے بھی قرآن مجید میں ذکر کا لفظ استعمال ہوا۔

☆ ذکر کا تیسرا معنی ہے، یاد اور تذکرہ۔ جیسے ہم بات کرتے ہیں کہ فلاں بندے کا تذکرہ ہوا۔ اسے یاد کہتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں جو یہ فرمایا کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو، اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم ہر وقت اپنے دل میں اللہ رب العزت کا دھیان رکھیں۔

تمام اعمال کا مقصود:

تمام اعمال کا مقصود اللہ کی یاد ہے۔ ان اعمال میں سے سب سے اعلیٰ عمل نماز ہے۔ یہ افضل الاعمال ہے۔ اس نماز کا اپنا مقصود کیا ہے؟ فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ:14) اور نماز قائم کرو میری یاد کے لیے۔

لہٰذا جس نماز میں اللہ کی یاد نہیں ہوتی وہ پھٹے کپڑے کی طرح پڑھنے والے کے منہ پر ماردی جاتی ہے کہ ہمیں تیری اس نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ہمارا دھیان نماز میں بھی اللہ ہی کی طرف

رہے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہماری زندگی کا زیادہ تر وقت اس انداز سے گزرے کہ ہمارے ہاتھ کام کاج میں مصروف ہوں اور دل اللہ کی یاد میں مصروف ہو۔یہی زندگی ہے، ورنہ شرمندگی ہے۔

بندوں کا ذکر،فرشتوں کی محفل میں!!!

حدیث قدسی میں ہے،اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْہُ

’’میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں، میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے دل میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے لوگوں کے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں ان سے بہتر فرشتوں کے مجمع میں اس کو یاد کرتا ہوں۔‘‘

اب سوچیے کہ بندے کے لیے یہ کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اس کے تذکرے فرشتوں کی محفل میں ہو رہے ہوں۔

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ کا مطلب:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرمایا:’’جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔‘‘اسی طرح کا ایک اور مضمون بھی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (البقرہ:152) ’’تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔‘‘تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا،اس کا کیا معنی ہے؟

اس کا یہ معنی نہیں کہ انسان کہے: اللہ اللہ اللہ،اور اللہ تعالیٰ فرمائیں: بندے، بندے، بندے۔ بلکہ اس کا

معنی سمجھنے کے لیے ایک مثال سمجھیے: اگر کسی بچے کو کہیں کوئی ملازمت ملنی ہے اور وہ افسر جس نے اس کا انٹرویو لینا ہے وہ اس کے والد کا دوست ہے۔ تو اس کا والد اپنے دوست کو فون کرتا ہے کہ میرا بچہ انٹرویو کے لیے آئے گا، آپ ذرا اس کا خیال رکھیے گا، آپ اسے یاد رکھیے گا۔ پھر جس دن بچے نے انٹرویو کے لیے جانا ہوتا ہے تو وہ اسے دوبارہ Remind (یاد دہانی) کرواتا ہے کہ جی میرا بچہ آئے گا، ذرا اس کا خیال رکھنا۔ اب باپ جو یہ کہہ رہا ہے نا، کہ میرے بچے کا خیال رکھنا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ میرے بچے کا نام لیتے رہیں، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ فیصلے کرنے لگیں تو میرے بچے کے حق میں فیصلہ کیجیے۔

چنانچہ بندے کا اللہ کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے احکام پر عمل کرے اور اللہ کا بندے کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس کے حق میں رحمت کے فیصلے کر دیں۔ تو ''تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا'' کا مطلب یہ بنا کہ

☆ اے میرے بندو! تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو گے تو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا۔

☆ اے میرے بندو! تم مجھے فرش پر یاد کرو گے تو میں پروردگار تمہیں عرش پہ یاد کروں گا۔

کیا ہی Directly Propotional بات کہی گئی۔ لہٰذا اب یہ بندے کے اپنے اختیار میں ہے کہ جتنا اللہ کو یاد کرے اتنا ہی اللہ کا مقرب بنے۔

ذکر میں فنائیت کیسے؟

اس عمل کو سیکھنا کہ لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے، ہر وقت انسان کو اللہ کا دھیان رہے، یہ انتہائی ضروری ہے۔ اور یہ سیکھے بغیر نہیں آتا۔

زندگی میں کتنی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن کو ہم بھلانا بھی چاہتے ہیں مگر نہیں بھول پاتے۔ ان کی چھاپ

ذہن میں اس طرح لگ جاتی ہے، وہ میموری میں اس طرح پرنٹ ہو جاتی ہیں کہ ذہن سے نکلتی ہی نہیں

روز کہتا ہوں بھول جاؤں انہیں روز یہ بات بھول جاتا ہوں

اسی طرح کہنے والے نے کہا:

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب

اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جو نہ چاہتے ہوئے بھی یاد آتی ہیں۔انسان اللہ کے ذکر والے اس کام کو بھی اس نقطے تک پہنچائے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اللہ یاد آتا رہے۔ایسی کیفیت ہونی چاہیے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

’’کثرتِ ذکر سے انسان ایک ایسے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔‘‘

ذرا غور کریں کہ شریعت نے جو باقی احکام بتائے ہیں ان کے کرنے کی ایک حد متعیّن ہے۔مثلاً

☆ نماز، دن میں پانچ مرتبہ

☆ حج، زندگی میں ایک دفعہ

☆ روزے، ہر سال میں ایک مہینہ

لیکن جب ذکر کا معاملہ آیا تو فرمایا:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:41)

’’اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو‘‘

اس کی کوئی حد نہیں بتائی۔ذکر کے اثرات کثرت کے ساتھ ہی مرتب ہوتے ہیں۔اس سے پہلے مرتب

نہیں ہوتے۔
اس کی مثال یوں سمجھیے کہ آپ پانی کو آگ کے اوپر ایک منٹ کے لیے چڑھا دیں تو پانی بوائل نہیں ہوتا، وہ جیسے تھا ویسے ہی نظر آتا ہے، نہ بخارات نظر آتے ہیں، نہ کھولتا نظر آتا ہے، Heat (حرارت) کے آثار ہی نظر نہیں آتے۔ بھئی! اس کی حرارت کی ایک حد ہے۔ اگر اس حد تک آگ پر رہے گا تو وہ حرارت بڑھتے بڑھتے ایک فلیش پوائنٹ پر پہنچ جائے گی۔ جب حرارت فلیش پوائنٹ پر پہنچ جائے گی تو پانی ابلنا شروع کر دے گا، آپ اس وقت چولہا بند بھی کر دیں تو وہ پانی ابلتا رہے گا۔ اسی طرح ذکر میں فنائیت کے لیے ایک حد متعیّن ہے۔ جب ذکر کرتے کرتے اس نقطے تک پہنچا دیں گے تو اللہ رب العزت کی ایسی یاد دل میں آئے گی کہ بھولنا بھی چاہیں گے تو بھلا نہیں سکیں گے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جس بندے کو ذکر میں فنا حاصل ہو جائے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر اس کو ایک ہزار سال کی عمر بھی دے دی جائے اور یہ کہا جائے کہ اس ایک ہزار سال میں تم اللہ کو بھول کر دکھاؤ تو وہ اللہ کو نہیں بھول سکتا۔“

کاش! ہم بھی ذکر کو اس نقطے تک پہنچا دیتے جہاں انسان اللہ کو بھول بھی نہیں سکتا۔

نفس و شیطان کے شر سے بچنے کا طریقہ:

انسان کے پاس اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے جو سب سے بہترین ہتھیار ہے، وہ اللہ کا ذکر ہے۔ شیطان سے بچنے کے لیے اس سے بڑا ہتھیار کوئی اور نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کسی فوج کا آدمی کسی دشمن پر غالب آتا ہے تو وہ کہتا ہے: ہینڈز اپ! یہ ہینڈز اپ کہنے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں کوئی نقصان دہ چیز ہے تو وہ گر جائے، چھوٹ جائے اور

پتہ چل جائے کہ اس کے ہاتھ خالی ہیں۔ گویا سب سے پہلے وہ اس کو اس کے ہتھیار سے محروم کرتا ہے کہ کاؤنٹر اٹیک (جوابی وار) نہ کر سکے۔ اسی طرح جب انسان پر شیطان غالب آتا ہے تو سب سے پہلا کام یہ کرتا ہے کہ بندے کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے۔ فرمایا:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (المجادلہ:19)

''شیطان ان کے اوپر غالب آ گیا اور ان کو اللہ کی یاد بھلا دی''

انسان کے لیے سیدھے راستے سے بھٹکنے کا سب سے پہلا قدم ''اللہ کو بھول جانا'' ہے۔ باقی گناہ اس کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ انگریزی میں کہتے ہیں:

Nip the evil in the bud. ''برائی کو ابتدا ہی سے روک دو۔''

چنانچہ اگر ہم گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم غافل نہ ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے گا تو انسان گناہوں کی طرف قدم ہی نہیں اٹھائے گا۔

جب انسان اللہ کو یاد کرنے لگ جاتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

(الاعراف:201)

''متقی لوگوں پر جب شیطان کی ایک جماعت حملہ آور ہوتی ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت عطا فرما دیتے ہیں۔''

یوں انسان شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچ جاتا ہے۔ تو وساوس نفسانی اور وساوس شیطانی، ان دونوں سے جان چھڑانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ڈپریشن سے بچنے کا آسان طریقہ:

نبی علیہ السّلام نے فرمایا:

لَایَقْعُدُقَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ ”جو قوم اللہ کی یاد کے لیے بیٹھتی ہے اس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں، اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ اس کے دل کے اندر سکینہ اور اطمینان ڈال دیتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28) ”جان لو! اللہ کی یاد کے ساتھ دلوں کا اطمینان وابستہ ہے۔“

آج کیوں ڈپریشن زیادہ ہے؟ فرسٹریشن اور اینگزائٹی (بے چینی اور اضطراب) کیوں ہے؟ ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دل اللہ کی یاد سے خالی ہیں۔ جس کو اللہ کی یاد نصیب ہوگئی، اس کا ڈپریشن کے ساتھ کیا واسطہ؟ جس کا خدا سے واسطہ جڑ جائے اس کا پھر ڈپریشن سے کیا واسطہ؟

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلّی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اللہ تعالیٰ کی یاد اطمینان کا سبب بن جاتی ہے۔

اصلی ذکر یہ ہے!!!

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (البقرہ:152) کے بارے میں امام قرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اَصْلُ الذِّکْرِ التَّنَبُّہُ بِالْقَلْبِ لِلْمَذْکُوْرِ وَ التَّیَقُّظُ لَہٗ

”اصلی ذکر یہ ہے کہ دل میں مذکور کی یاد رہے (دھیان رہے) اور بیداری رہے۔“

یعنی جس کا ذکر کر رہے ہیں دل میں اس کی یاد بھی رہے اور بیداری بھی رہے۔ اصل ذکر تو یہی ہے کہ دل میں بیداری ہو، لیکن انسان جو ذکر زبان سے کرتا ہے اسے ذکر کہنے کی کیا وجہ ہے؟ چنانچہ اس کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ سُمِّیَ الذِّکْرُ بِاللِّسَانِ ذِکْرًا لِاَنَّہٗ دَلَالَۃٌ عَلَی الذِّکْرِ الْقَلْبِیْ

''اور زبان کے ذکر کو جو ذکر کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان کا ذکر بھی دل کے ذکر پر دلالت کر رہا ہوتا ہے۔''

بھئی! دل میں بات ہوتی ہے تو زبان پر تذکرہ آتا ہے نا، اس لیے اس کو بھی ذکر کہتے ہیں۔ ورنہ اصل ذکر ، ذکرِ قلبی ہی ہے۔ اور یہ ذکرِ جہر سے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

ہم روزمرہ زندگی میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک بیٹا اگر بیرون ملک سفر پر گیا ہوا ہے اور کئی مہینوں کے بعد اپنی والدہ کو فون کرتا ہے تو اسے والدہ کہتی ہے کہ بیٹا! میرا دل تجھے بہت یاد کرتا ہے۔ آج تک کسی ماں نے یہ نہ کہا: بیٹا! میری زبان تجھے بہت یاد کرتی ہے۔ اس لیے کہ ماں سمجھتی ہے کہ زبان سے تو فقط اظہار ہوتا ہے، اصل تو دل میں یاد ہوتی ہے۔ جس طرح بیٹے کی یاد ماں کے دل میں ہوتی ہے، اسی طرح بندے کے دل میں اپنے پروردگار کی یاد ہوتی ہے۔

ذکر انسان کے دل سے گناہوں کے اثرات کو دھو دیتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَ صِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ ''ہر چیز کے لیے ایک پالش ہوتی ہے اور دلوں کو چمکانے کی پالش اللہ کی یاد ہے''

ہر چیز کو چمکانے کے لیے ایک پالش ہوتی ہے۔ یہ فرنیچر کو چمکانے کی پالش ہے، یہ گلاس کو چمکانے کی

پالش ہے، یہ لوہے کو چمکانے کی پالش ہے۔اگر کوئی یہ پوچھے کہ دلوں کو چمکانے کے لیے پالش کون سی ہے؟ تو فرمایا: اللہ کی یاد دلوں کے لیے پالش ہے۔

وہ آگے فرماتے ہیں:

اَلْغَفْلَةُ نَوْمُ الْقَلْبِ وَالنَّائِمُ لَايَذْكُرُ

”غفلت دل کے لیے نیند کی مانند ہے اور سویا ہوا ذکر نہیں کر رہا ہوتا۔“

ہمیں اللہ کا ذکر اتنا کرنا چاہیے کہ لوگ ہمیں پاگل کہنا شروع کر دیں۔ چنانچہ فرمایا:

حَتّٰى يُقَالُ اِنَّهُ مَجْنُوْنٌ

جب ہم اس طرح کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کریں گے تو پھر اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔

مراقبہ کرنے کے آداب:

ایک یہ ہوتا ہے کہ انسان لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے دل میں اللہ کو یاد کرے،اور ایک ہوتا ہے، بیٹھ کر مراقبہ کرنا۔ بیٹھ مراقبہ کرنے کے آداب ہوتے ہیں۔ مثلاً:

☆اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ۔

جب مراقبہ کرنے کے لیے بیٹھے تو قبلے کی طرف رخ کر کے بیٹھے۔ قبلے کی طرف رخ کر کے بیٹھنا انسان کے لیے رحمت کا سبب بنتا ہے۔ایک بزرگ فرماتے تھے: میرے دو طالب علم تھے۔ان میں سے ایک ہمیشہ قبلے کی طرف رخ کر کے بیٹھتا تھا اور دوسرا کلاس میں اس طرح بیٹھتا تھا کہ اس کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہوتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں برابر کے ذہین تھے،مگر میں نے دیکھا کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتا تھا اس نے قرآن مجید بہت جلدی یاد کر لیا۔

☆اَنْ یَّکُوْنَ الْمَکَانُ الَّذِیْ یَذْکُرُ اللّٰہُ فِیْہِ نَظِیْفًا خَالِیًا۔

جس جگہ پر بیٹھ کر انسان نے ذکر کرنا ہو، وہ صاف ستھری ہونی چاہیے۔

☆اَنْ یَّکُوْنَ فَمُہٗ نَظِیْفًا وَ قَوْلُہٗ نَظِیْفًا۔

اس کا منہ بھی صاف ہونا چاہیے اور اس کی بات بھی صاف ہونی چاہیے۔

☆اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ حَالِ ذِکْرِہٖ خَاشِعًا لِلّٰہِ مُعَظِّمًا لِجَلَالِہٖ

یہ ذکر کرنے والا اس طرح ذکر کرے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی ہو۔ اس حال میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے۔ پھر انسان کو ذکر میں لذت ملے گی۔

گناہوں کا کاربن کیسے دور ہو؟

دیکھیں! بجلی کی تار پر مٹی یا کوئی اور چیز لگی ہوئی ہو تو جوڑ بھی لگا دیا جائے تو کرنٹ آگے نہیں جائے گا۔ الیکٹریشن کہے گا کہ اصل میں اوپر مٹی لگی ہوئی ہے اس لیے تار کا جوڑ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ چنانچہ وہ اس کو کھول کر اسٹارٹر کے کاربن کو صاف کر دیتا ہے۔ جب کاربن اچھی طرح صاف ہو جاتا ہے تو وہی موٹر چلنے لگ جاتی ہے۔ اگر الیکٹریشن سے پوچھا جائے کہ بتائیں! اب کیسے چلی؟ تو وہ کہتا ہے کہ اب کاربن صاف کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل پر گناہوں کا کاربن یعنی کالا پن آجاتا ہے۔ جب وہ ذکر کے ذریعے اس کاربن کو دور کرتا ہے تو اس کا جوڑ ایسا جڑ جاتا ہے کہ روحانیت کا نور اس میں سے آگے پاس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

تین چیزوں میں لذت ڈھونڈنے کی تلقین:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَفَقَّدُوا الْحَلَاوَةَ فِي ثَلَاثَةِ اَشْيَاءٍ

’’تم تین چیزوں میں لذت ڈھونڈو۔‘‘

یاد رکھیں! لذت اس وقت ملتی ہے کہ جب لذت پانے والے اعضا ٹھیک ہوں۔فرض کریں ایک آدمی نزلہ زکام کا مریض ہے، اس کے سامنے عنبر، کستوری یا دنیا کی قیمتی ترین خوشبو رکھو تو اس کو پتہ ہی نہیں چلے گا۔ اگر اسے کہیں کہ یہ اتنی اچھی خوشبو ہے تو وہ کہے گا: مجھے پتہ ہی نہیں چل رہا۔اس کو کیوں نہیں پتہ چلتا؟ اس لیے کہ اس کو نزلہ زکام کی بیماری ہے۔اسی طرح جس انسان کو گناہوں کی بیماری ہوتی ہے اس کو اللہ کے ذکر کی لذت نصیب ہی نہیں ہوسکتی۔لذت حاصل کرنے کے لیے گناہوں کو چھوڑنا ہوگا۔

حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم تین چیزوں میں لذت ڈھونڈو۔

فِي الصَّلٰوةِ وَقِرَأةِ الْقُرْآنِ وَ فِي الذِّكْرِ

’’نماز میں، قرآن مجید کی تلاوت میں اور اللہ کی یاد میں (لذت ڈھونڈو)۔‘‘

جو لوگ صحیح آداب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ان کو یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔

کیا حلاوت نہ ملنے پر ذکر کرنا ضروری ہے؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن کو یہ حلاوت والی نعمت نہیں ملتی، کیا وہ ذکر نہ کریں؟ نہیں کرتے رہیں۔شروع تو یہیں سے کرنا ہوگا۔ چنانچہ روایت ہے:

سُئِلَ اَبُوْ عُثْمَانَ فَقِيْلَ لَهٗ: نَذْكُرُ اللّٰهَ وَلَا نَجِدُ فِيْ قُلُوْبِنَا حَلَاوَةً

’’ابو عثمانؒ سے کسی نے یہ بات پوچھی: ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں لیکن ہمیں دل میں کوئی حلاوت محسوس نہیں ہوتی۔‘‘

انہوں نے آگے سے جواب دیا:

اَحْمِدُوْا اللّٰہَ تَعَالٰی عَلٰی اَنْ زَیَّنَ جَارِحَةً مِنْ جَوَارِحِکُمْ بِطَاعَتِہٖ

”تم اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ اس نے تمہارے جسم کے اعضا میں سے ایک عضو کو اپنی اطاعت میں لگا دیا ہے۔“

یہی سوچ لیا کرے کہ جتنی دیر بیٹھ کر میں ذکر کرتا ہوں اتنی دیر گناہوں سے تو بچتا ہوں۔ میں نیکی ہی کا تو کام کر رہا ہوتا ہوں۔ اگر حلاوت نہیں ملتی تو کیا ہوا؟ وقت کے ساتھ ساتھ یہ نعمت بھی مل جائے گی۔

ذکر سات طرح پر ہوتا ہے:

حافظ ابن حجرؒ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عارفین کا یہ قول نقل کیا:

اَلذِّکْرُ عَلٰی سَبْعَةِ اَنْحَاءٍ

”ذکر سات طرح پر ہوتا ہے۔“

(۱) فَذِکْرُ الْعَیْنَیْنِ بِالْبُکَاءِ۔

آنکھوں کا ذکر رونے کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب آنکھ اللہ کی یاد میں روتی ہے اور گناہوں کی وجہ سے شرمندہ ہو کر روتی ہے تو آنکھ کا یہ رونا آنکھ کا ذکر ہی ہے...... اللہ اکبر...... یہ بھی عجیب نعمت ہے۔ واقعی! جب محبّت ہوتی ہے تو انسان اس حد تک مِس کرتا ہے کہ اس کا دل رونے کو چاہتا ہے۔ کسی نے عجیب مضمون باندھا

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں برس پڑیں   آنسو تمہاری یاد کے کتنا قریب تھے

محبوب کی یاد آئی اور بس! آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

(۲) وَذِكْرُ الْاُذُنَيْنِ بِالْاِصْغَاءِ

کانوں کا ذکر، اللہ کی بات کو توجہ کے ساتھ سننا ہے۔ یہ بھی محبّت کی دلیل ہوتی ہے کہ جب محبوب کی بات ہو تو انسان کان لگا کے سنے کہ کیا بات کر رہے ہیں۔

(۳) ''وَ ذِكْرُ اللِّسَانِ بِالثَّنَاءِ''

زبان کا ذکر، اللہ کی تعریف کرنا ہے۔ آپ غور کریں کہ آج ماں اپنے بیٹے کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی۔ بیوی خاوند کی تعریف کرتے نہیں تھکتی۔ دوست اپنے دوست کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتا۔ اسی طرح جس مومن کو اپنے اللہ سے سچی محبّت ہوتی ہے وہ اللہ کی تعریفیں کرتا نہیں تھکتا۔ اس کی کیفیت تو یہ ہوتی ہے:

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص ورنہ پھر ہم سے گفتگو نہ کرے

اے اللہ! یا تو ہر کوئی تیرا ہی تذکرہ کرے، اگر کوئی تیرا تذکرہ نہیں کرتا تو پھر ہم سے بھی گفتگو نہ کرے۔ مومن کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

(۴) ''وَذِكْرُ الْيَدَيْنِ بِالْعَطَاءِ''

ہاتھوں کا ذکر یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرے۔ وہ انسان انتہائی خوش نصیب ہے جسے اللہ رب العزت کھلی روزی دے اور وہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں لگائے۔

(۵) ''وَ ذِكْرُ الْبَدَنِ بِالْوَفَاءِ''

بدن کا ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ سے وفا کرے۔ اصول یہی ہے کہ جس کا کھائیے اسی کے گیت گائیے۔ ہم اللہ کا دیا کھاتے ہیں تو اللہ ہی کے گیت گائیں۔ کسی پنجابی شاعر نے کہا:

کنگ پیتے ہیں ، ساگ کھاتے ہیں اللہ سائیں کے گیت گاتے ہیں

بندے کی بھی یہی کیفیت ہونی چاہیے۔رب کا دیا کھاتا ہے تو اسی کو وہ یاد کرے۔

(٦)”وَ ذِكْرُ الْقَلْبِ بِالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ“

دل کا ذکر یہ ہے کہ انسان کے دل میں کبھی اللہ سے امید ہو اور کبھی اللہ کا خوف ہو۔ یہ کیفیتیں ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔جیسے آسمان کی حالت ہے۔کبھی بادل ہوتے ہیں اور کبھی مطلع بالکل صاف ہوتا ہے۔اسی طرح مومن کے دل میں کبھی اللہ سے امید لگی ہوتی ہے اور کبھی اس پر اللہ کا خوف غالب ہوتا ہے۔

(٧)”وَ ذِكْرُ الرُّوْحِ بِالتَّسْلِيمِ وَالرِّضَاءِ“۔

اور روح کا ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ کے ہر فیصلے پر راضی ہو جائے۔

تسلیم و رضا، ایک نعمتِ بیش بہا:

یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان اپنے مقدر پر راضی ہو جائے۔آج تو ہم مقدر کے ساتھ کشتی کرتے پھرتے ہیں۔یہ نہیں ملا، یہ نہیں ملا، اور یہ نہیں ملا۔عجیب حالت یہ ہے کہ ہم دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھتے ہیں۔کہتے ہیں: مجھے صرف موٹر سائیکل ملی اور فلاں کو تو گاڑی مل گئی۔مجھے یہ چھوٹی گاڑی ملی ہے اور اسے بڑی گاڑی مل گئی ہے۔دنیا کے معاملے میں ہماری نظر اوپر والوں پر ہی رہتی ہے۔نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ ہر وقت دل میں گھبراہٹ رہتی ہے۔ورنہ اگر انسان دل میں سوچے تو واقعی اللہ رب العزت نے ہمیں الحمد للہ لاکھوں انسانوں سے بہتر رزق عطا فرمایا ہے۔کتنے لوگ ہیں جو دن میں تین دفعہ کھاتے ہیں، یا دو دفعہ کھاتے ہیں یا صرف ایک ہی دفعہ کھا لیتے ہیں۔دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ایک دفعہ بھی نہیں کھا پاتے۔

ہمیں ایک دفعہ بنگلہ دیش جانے کا موقع ملا۔ہم بیان کے لیے ایک آبادی میں گئے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں کے اکثر لوگ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جوتا نہیں پہنتے۔پوری زندگی میں ان کو جوتا پہننے کا تجربہ ہی نہیں ہوتا۔بس ننگے پاؤں ہی پھرتے ہیں۔ہم نے دیکھا کہ چھوٹے بڑے، مرد عورت سب ننگے پاؤں پھر رہے تھے۔وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس جوتا پہننے کے وسائل ہی نہیں تھے۔یہ معاملہ دیکھ کر حیران ہو گئے، یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے کہ انہوں نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی جوتا پہن کر نہیں دیکھا......!! یہ لوگ اسی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں۔

اگر اس بات پر غور کریں تو دل میں اللہ رب العزت کی عظمت آتی ہے اور انسان بے اختیار ہو کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ میرے مالک! تو نے میرے استحقاق کے بغیر مجھے اپنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔سوچیں تو سہی!

☆ اگر اللہ تعالیٰ بینائی نہ دیتے تو کیا ہوتا؟

☆ گویائی نہ دیتے تو کیا ہوتا؟

☆ سماعت نہ دیتے تو کیا ہوتا؟

☆ اللہ تعالیٰ خوب صورت جسم دے کر مجنون (پاگل) بنا دیتے تو کیا ہوتا؟

سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتنی مہربانی فرمائی کہ بن مانگے یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ہم تو ان نعمتوں کا شکر بھی ادا نہیں کرتے۔اللہ نے آنکھیں تو اس لیے دی تھیں کہ

☆ میرے قرآن کو دیکھو

☆ میرے گھر کو دیکھو

☆ اللہ والوں کے چہروں کو دیکھو

☆ ماں باپ کے چہروں پر محبّت کی نظر ڈالو

لیکن ہم ان آنکھوں کو غیر محرم کے دیکھنے میں استعمال کرتے پھرتے ہیں۔ گویا ہم اللہ کی نعمتوں کو غلط طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

جنتی اور جہنمی لوگوں کی قلبی کیفیت:

ابنِ تیمیہؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جس بندے کو اللہ نے آخرت میں جنت دینی ہوتی ہے، دنیا میں اس کے دل کی کیفیت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ اللہ سے راضی ہوتا ہے۔''

اس سے جب بھی پوچھو تو وہ کہتا ہے: جی! میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ آگے فرماتے ہیں:

''اور جس بندے کو اللہ نے جہنّم میں بھیجنا ہوتا ہے، دنیا میں اس کے دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کو خدا پر اعتراض ہوتا ہے۔''

یہ نہیں ہوا، وہ نہیں ہوا، مجھے اولاد نہیں ملی، مجھے فلاں چیز نہیں ملی۔ جس کی زبان سے ہر وقت اعتراض سنیں تو سمجھ لیں کہ اس کے دل کی حالت وہی ہے۔

ایک دفعہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے سوال پوچھا:

''ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ ہم پہ راضی ہے؟''

بعد میں حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور انہوں نے عرض کی: اے اللہ! بنی اسرائیل والے پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ ہم پہ راضی ہے کوئی لٹمس ٹیسٹ ہونا چاہیے جس سے ہمیں پتہ چلے، رب کریم نے جواب دیا: اے میرے کلیم! یہ بہت آسان ہے۔ بنی اسرائیل والوں کو بتا دیجیے: ''یہ اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں، اگر یہ اپنے دل میں مجھ سے راضی ہیں تو میں پروردگار ان سے راضی

ہوں اور اگر یہ مجھ سے خفا ہیں تو میں پروردگار ان سے خفا ہوں۔“

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دل میں اپنے پروردگار سے راضی رہیں۔ محسن انسانیت ﷺ نے ہمیں ایک چھوٹی سی دعا سکھائی۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا

”میں اللہ سے راضی ہوں کہ وہ میرا پرودگار ہے، میں اپنے آقا ﷺ سے راضی ہوں کہ وہ میرے نبی ہیں اور میں اسلام سے راضی ہوں کہ وہ میرا دین ہے۔“

عذابِ الٰہی سے بچنے کا بہترین عمل:

حدیث پاک میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

مَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

”اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لیے ذکر سے بہتر عمل اور کوئی ہے ہی نہیں۔“

جو انسان چاہے کہ میں اللہ کے عذاب سے بچ جاؤں گا وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرے۔ اس عذاب کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً:

☆ قحط کا عذاب

☆ مہنگائی کا عذاب

☆ کہیں بارشوں کے کم ہونے کا عذاب

☆ کہیں بارشوں کے زیادہ ہونے کا عذاب

☆ بیماریوں کا عذاب

☆ کاروبار ٹھپ ہونے کا عذاب

اگر ہم چاہیں کہ ہم اللہ کے عذاب سے بچ جائیں تو ان سب کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ ہے ذکر اللہ۔ ہم آج اپنے دل کا قبلہ ٹھیک کر لیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر، اپنی توجہ اپنے رب کی طرف کر لیں تو آج بھی اللہ کی مدد اور اللہ کی رحمت یقیناً اتر سکتی ہے۔

اللہ کے محبوب بندے کون؟

ایک حدیث مبارکہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

قَالَ مُوسٰیؑ: رَبِّ اَیُّ الْعِبَادِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِیْ ذِكْرًا

”حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے ہمکلامی کی اور کہا: اے اللہ! آپ کن بندوں سے زیادہ محبّت فرماتے ہیں؟ فرمایا: جو میرا زیادہ ذکر کرتا ہے (میں اپنے اس بندے سے زیادہ محبّت کرتا ہوں)۔“

حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ اَكْثَرُهُمْ لَهٗ ذِكْرًا فَاِنَّكَ لَنْ تُحِبَّ شَيْئًا اِلَّا اَكْثَرْتَ مِنْ ذِكْرِهٖ“

دستور بھی یہی ہے کہ جس کے بارے میں اس کے دل میں محبّت ہوتی ہے، ہر وقت اس کی زبان پر اسی کی باتیں ہوتی ہیں۔

ایک بندہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہاؒ کے پاس آیا اور دنیا کی بڑی مذمت کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تو سنتی رہیں، پھر کہنے لگیں: چل جا یہاں سے، مجھے لگتا ہے کہ تیرے دل میں دنیا کی محبّت بہت ہے، تو دنیا کا اتنا تذکرہ کر رہا ہے۔

دراصل تذکرہ وہی زیادہ کرتا ہے جس کے دل میں اس چیز کی محبّت زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ سے ملاقات کا شوق:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنِ اشْتَغَلَ قَلْبُهٗ وَ لِسَانُهٗ بِالذِّكْرِ قَذَفَ اللّٰهُ فِيْ قَلْبِهٖ نُوْرُ الْاِشْتِيَاقِ اِلَيْهِ

”جو انسان اپنی زبان کو اور اپنے دل کو اللہ کے ذکر میں مشغول کر لیتا ہے اللہ اس کے دل میں اپنے وصل کے اشتیاق کا نور عطا فرما دیتے ہیں۔“

ذکر کرنے والوں کے دل میں اللہ سے ملاقات کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

اوقاتِ حسرت:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ سَاعَةٍ تَمُرُّ بِابْنِ اٰدَمَ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا اِلَّا تَحَسَّرَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”انسان کی زندگی کے جو اوقات اللہ کی یاد کے بغیر دنیا میں گزر رہے ہوں گے ان اوقات پر اس کو قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت ہوگی۔“

انسان حسرت کرے گا، کاش! میں نے وہ وقت غفلت میں نہ گزارا ہوتا۔ جیسے ایک طالب علم فیل ہوتا ہے تو کہتا ہے: کاش! میں نے پڑھا ہوتا۔ جن اوقات میں اس نے نہیں پڑھا ہوتا، ان اوقات پر وہ افسوس کر رہا ہوتا ہے۔ بالکل یہی حال قیامت کے دن اس بندے کا ہوگا۔ وہ اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوگا اور اس وقت اس کے دل میں حسرت ہوگی: کاش! میں نے دنیا میں اپنے رب کو یاد کیا ہوتا، آج میری زندگی کے اوقات میرے لیے خزانہ بنے ہوتے۔

ذکر سے بیماریوں کا علاج:

ہمارے اکابر اللہ رب العزت کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ایک صاحب فرماتے ہیں:

اِذَا مَرِضْنَا تَدَاوِيْنَا بِذِكْرِكُمْ　فَنَتْرُكُ الذِّكْرَ اَحْيَانًا فَنَنْتَكِسُ

’’اے اللہ! جب ہم روحانی طور پر بیمار ہو جاتے ہیں تو اس بیماری کا علاج تیری یاد سے کرتے ہیں اس لیے اگر احیاناً آپ کا ذکر چھوڑ بیٹھتے ہیں تو ہم پھر بیمار ہو جاتے ہیں۔‘‘

چلتی پھرتی لاشیں:

کہنے والے نے کہا:

فَنِسْيَانُ ذِكْرِ اللّٰهِ مَوْتُ قُلُوْبِهُمْ　وَ اَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُ

وَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ وَحْشَةٍ مِنْ جُسُوْمِهِمْ　وَ لَيْسَ لَهُمْ حَتّٰى النُّشُوْرِ نُشُوْرُ

’’جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہوتے ہیں ان کی دنیا کی قبر تو جب آئے گی، سو آئے گی، ان کا اپنا جسم ان کے دل کی قبر بنا ہوتا ہے۔‘‘

پھر چلتی پھرتی لاشیں ہوتی ہیں۔اللہ رب العزت ہمیں غفلت سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی یاد کا لطف عطا فرما دے۔

مناجات:

کہنے والے نے کیا مزے کی بات کہی:

پہلو میں جب تک قلب رہے اور تن میں جب تک جان رہے
لب پہ تیر ا ہی ذکر رہے اور قلب میں تیرا دھیان رہے
جذب میں پڑا ہوش رہے اور عقل میری حیران رہے

لیکن تجھ سے غافل ہر گز دل نہ میرا اک آن رہے
اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الہ!
لا الہ الا اللّٰہ ، لا الہ الا اللّٰہ
یاد میں تیری سب کو بھلادوں ، کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں ، خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں ، غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تادمِ آخر وردِ زبان اے میرے الہ!
لا الہ الا اللّٰہ ، لا الہ الا اللّٰہ

اللہ رب العزت ہمیں کثرت کے ساتھ اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن